احمدیوں کی قربانیوں کا ذکر اور قانت کی تفسیر

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ /اگست ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَ يَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝ قُلۡ يٰعِبَادِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ؕ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر: ۱۰-۱۱)

اور پھر فرمایا:

گزشتہ کچھ عرصہ سے پاکستان سے کچھ ایسے علماء ظاہر کو انگلستان بھجوایا گیا ہے جن کا کام یہ ہے کہ وہ وہاں جا کر لوگوں کو گمراہ ہونے سے بچائیں، حق پر قائم رکھنے کی کوشش کریں اور باطل کے دھوکوں سے اور فریب سے ان کو آزاد کروائیں اور تبلیغ اسلام کے نام پر ایک بڑا جتھا بنا کر ان علماء کا بہت بھاری خرچ کر کے ان کو انگلستان بھجوایا گیا ہے۔

جس قسم کی تبلیغ اسلام انہوں نے یہاں آ کر سکھائی اور جس قسم کی تبلیغ اسلام کا طریق ان کو

بتایا اب ایسے واقعات یہاں رونما ہو رہے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس تعلیم کو عمل میں بھی اب ڈھالا جا رہا ہے اور جو پہلے محض تلقین تھی اب اس کے عملی نمونے بھی ظاہر ہونے لگے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ پہلے اس تبلیغ اسلام کا ایک عجیب نظارہ بیٹلے اور ہڈرز فیلڈ کی سرزمین نے دیکھا۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک جلسہ کا اعلان کیا گیا تھا جس میں کھلی دعوت تھی کہ جو دوست جماعت احمدیہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی دلچسپی رکھتے ہیں، وہ شوق سے تشریف لائیں اور جن کو کوئی دلچسپی نہیں جو سننا برداشت نہیں کرتے ان کا حق ہے وہ بے شک تشریف نہ لائیں۔ چنانچہ ان تبلیغ اسلام کے معلمین نے اس پر یہ ردعمل دکھایا کہ اس تمام علاقے میں گھوم کر بڑی کثرت کے ساتھ عوام سے رابطہ پیدا کیا اور اشتعال انگیزی کو اس درجہ تک پہنچا دیا کہ بعض مساجد میں بعض احمدی سروں کی قیمتیں رکھی گئیں اور اس غرض سے چندے اکٹھے کئے گئے۔ بعض اطلاعوں کے مطابق تو چالیس چالیس ہزار پاؤنڈ بھی بعض احمدی سروں کی قیمتیں مقرر کی گئیں اور بہت سا خرچ کر کے بسیں اور ویگنز اکٹھی کر کے ان جگہوں میں پہنچائی گئیں۔ پہلے تو لوگ اکٹھے کئے گئے ان بسوں میں پھر ان جگہوں میں ان لوگوں پہنچایا گیا جہاں ان کو احتمال تھا کہ کہیں جماعت احمدیہ دام فریب میں دوسرے معصوم مسلمانوں اور عیسائیوں کو گرفتار نہ کر لے۔

چنانچہ اس شور اور شر کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ چونکہ امن پسند جماعت ہے اور ہرگز زبردستی کسی ایسے شخص کو ہدایت دینے کا دعویٰ ہی نہیں کرتی جو ہدایت کا نام سننے کے لئے بھی تیار نہ ہو اس لئے اور کچھ اس غرض سے کہ مقامی پولیس اور مقامی انتظامیہ کی ہمدردیاں زیادہ تر ان کے ساتھ تھیں اور وہ چاہتے تھے کہ احمدی اپنا حق چھوڑ دیں اور وہ حق غصب کرنے والے اپنی بات منوالیں۔ چنانچہ ان دونوں وجوہات کی بناء پر جماعت احمدیہ نے فیصلہ کیا کہ وہ جلسہ نہیں ہوگا اور چونکہ اس سے پہلے اعلان ہو چکا تھا اس لئے چند دوستوں نے وہاں جا کر ایسے مہمانوں کو جو غلطی سے آ گئے ہوں، جن تک جلسہ کی Cancellation یا تنسیخ کی اطلاع نہ پہنچی ہو بتانے کے لئے کہ جلسہ منسوخ ہو گیا ہے پروگرام بنایا کہ کچھ عرصہ ہم وہاں کھڑے رہیں گے جو اتفاقیہ آنے والے ہیں ان کو بتا دیں گے۔

چنانچہ جب یہ لوگ جا رہے تھے ان میں دو تین مرد تھے جو اس علاقے کے اچھے معزز انگریز نومسلم بھی اور پاکستانی ڈاکٹرز اور ٹیچرز، ایک انگریز نومسلم خاتون بھی تھیں دو بچے تھے۔ یہ قافلہ ان

احمدیوں کا تھا جو غلط فہمی سے آنے والوں کو بتانے کی غرض سے جلسہ کے مقررہ ہال کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے مقابل پر ایک جتھا تھا جو بسوں میں بھر کر علاقہ سے اکٹھا کر کے لایا گیا اور سینکڑوں لاعلم لوگ بیچارے جن کو کچھ علم نہیں تھا کہ خدمت اسلام کیا ہوتی ہے خدمت دین کس کو کہتے ہیں؟ اکثر ان میں ایسے ہیں جو یہاں کے معاشرہ سے متاثر ہو کر بدقسمتی سے ہر اس گندگی میں مبتلا ہو چکے ہیں جو مغربی تہذیب پیش کرتی ہے۔ ان کا رہن سہن، ان کا اٹھنا بیٹھنا، ان کا مشرب، ان کے ہم مشرب وہ جگہیں جہاں جا کر ناچ گانے ہوتے ہیں، یہ ساری اس باتیں مغربی تہذیب کی ایسی ہیں جو انہوں نے اپنا رکھی ہیں۔ سب نے نہیں لیکن ان میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس نے اپنے آپ کو کلیۃً کھلی چھٹی دے دی ہے لیکن ان میں بھی خدمت اسلام کا ایسا جوش تھا کہ ان سب باتوں کے باوجود انہوں نے اس خیال سے کہ اگر کوئی احمدی ہمارے ہاتھ سے قتل ہو گیا تو دنیا میں انعام اور آخرت میں ثواب اور سارے گناہوں کی بخشش ہو جائے گی، ان بیچاروں نے بھی شمولیت اختیار کر لی۔

چنانچہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے دو احمدی ڈاکٹرز، ایک استاد جو نومسلم ہیں، ایک احمدی خاتون جو نومسلم ہیں جنہوں نے عیسائیوں میں سے اسلام قبول کیا ہوا ہے اور دو بچے وہ جب اس غرض سے جا رہے تھے تو جلوس نے ان کو گھیر لیا اور ہمارے ایک ڈاکٹر کو پہلے کھڑے ہوئے مارا پھر زمین پر گرایا ٹھڈوں سے مارا اور اس شدت کے ساتھ ان پر ٹھڈے برس رہے تھے کہ اگر کچھ دیر اور یہ حالت رہتی تو جان کا بچنا محال تھا۔ اس پر جو باقی ساتھی تھے وہ بھی بیچ میں داخل ہو گئے اور پھر Free For All کہتے ہیں جس کا جو بس چلا وہ اس سے ہوئی۔ لیکن وہ چونکہ بہت زیادہ تھے، چار یا پانچ آدمیوں کے مقابل پر جن میں دو بچے اور ایک عورت بھی شامل تھی وہ مجاہدین تبلیغ کرنے والے سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ اس کے نتیجہ میں ہمارے ان احمدیوں کو زخم بھی پہنچے، تکلیفیں اٹھائیں۔ وہاں احمدیوں کا خون بھی بہا اور بچوں کے سر پر بھی ایک چھوٹا بچہ جس کا قد اتنا ہے کہ جب ایک مولوی نے اس کے سر پر لاٹھی ماری تو اس کا ہاتھ بمشکل اس کی داڑھی تک پہنچ سکا ایسے بچے کو بھی انہوں نے خدمت اسلام میں شامل کر لیا۔ یہ بھی خیال نہیں آیا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ہم یہ تبلیغ اسلام کر رہے ہیں جو غزوات میں جہاد پر جانے سے پہلے ان دشمنوں کے مقابل پر جانے والے مسلمانوں کو یہ ہدایت دیا کرتے تھے جو ان کی قتل و غارت کی نیت سے نکلتے تھے کہ خبردار! کسی بچے اور

کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔ اس مقدس رسولؐ کے نام پر انہوں نے ایک احمدی خاتون پر بھی ہاتھ اٹھائے، بچوں کو بھی خدمت اسلام کے سبق سکھائے اور ایسا ایک مکروہ نظارہ وہاں پیش کیا گیا کہ جس کے نتیجہ میں وہ عیسائی جو اسلام کے کچھ قریب آرہے تھے بدک گئے اور قریب آنے کے بجائے متنفر ہو گئے۔ یہاں تک کہ کسی نے مجھے فون پر یہاں یہ اطلاع دی ایک عیسائی عورت جس نے یہ نظارہ دیکھا تھا اس قدر جوش میں تھی اس نے یہ کہا کہ آج ہم نے اسلام کی اصل روح دیکھ لی ہے۔ ایسا مکروہ، ایسا خوفناک انسانیت کش نظارہ دیکھا ہے کہ ہم شکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عیسائی پیدا کیا ہے اور اسلامی ملک میں پیدا نہیں کیا۔ یہ ان کی تبلیغ اسلام ہے، یہ اس کے نتائج نکلے ہیں۔

اس تصادم میں دو گروہ تھے ایک تو وہ جن کا میں نے ذکر کیا ہے کہ اسلام کی طرف منسوب ہو کر اسلام کے پاک نام کو بدنام کرنے کے لئے جو کچھ ان سے ہو سکتا تھا انہوں نے کیا، دوسری طرف یہ چند ایسے نوجوان تھے یا عورتیں اور بچے جو اس سے پہلے بھی خدا کے فضل سے عبادت گزار اور تہجد گزار، خدا کے نام پر لوگوں کو بلانے والے، دن رات اللہ کا ذکر کرنے والے اور اس واقعہ کے بعد بھی ان کی کیفیت اسی رنگ میں اور بھی ترقی کر گئی۔ پہلے سے بڑھ کر وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے، پہلے سے بڑھ کر ان کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے جلا بخشی اور وہ جو نومسلم خاتون ہیں جب میں نے ان کا حال پوچھنے کے لئے فون کیا تو وہ اتنا خوش تھیں۔ انہوں نے کہا آپ اندازہ نہیں کر سکتے میرے ایمان کو کتنی تقویت نصیب ہوئی ہے، میں نے اللہ کا کتنا شکر کیا ہے کہ میں بھی خدا کے نام پر دکھ اٹھانے والوں میں شامل ہو گئی اور میرے بچے بھی شامل ہو گئے اور وہ نومسلم جوڑا جس نے چند دن ہوئے بیعت کی ہے ان میں سے خاتون تو نہیں تھیں ان کے خاوند اس وقت موجود تھے، کہتے ہیں ان کا یہ حال ہے کہ خوشی سے ان کی مسکراہٹیں ہی نہیں ختم ہو رہیں۔ کہتے ہیں دیکھو اللہ کا فضل ہے کہ میرے ایمان کو اتنی جلدی خدا نے آزما بھی لیا اور تقویت بھی بخش دی اور مجھے ایمان کا ایک نیا مقام بھی عطا کیا ہے۔

تو ایک طرف وہ گروہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے پایا میں نہیں جانتا کہ ان کو اس کا احساس بھی ہے کہ نہیں لیکن جو اس چھوٹے سے گروہ نے پایا وہ میں جانتا ہوں جو کچھ ان سے وہ چھیننے کے لئے آئے تھے وہ اس سے بڑھ کر ان کو عطا کر گئے، جس نعمت سے محروم کرنے کے لئے آئے تھے اس نعمت سے وہ مزید مالا مال ہو گئے، جس راہ حق سے ہٹانے کے لئے آئے تھے اس راہ پر زیادہ مستعدی اور

زیادہ وفا کے ساتھ قدم مارنے کے انہوں نے عزم کئے۔ چنانچہ جب میں نے ان کے حال پر نظر کی تو قرآن کریم کی ان آیات کی طرف میری توجہ مبذول ہوئی جن کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ دو گروہوں کا مقابلہ کرتا ہے، ان کا موازنہ فرماتا ہے اور بتاتا ہے کہ کس کے ساتھ خدا کے پیار کا سلوک ہوگا اور کس کے ساتھ خدا کا پیار کا سلوک نہیں ہوگا۔ چنانچہ فرمایا
اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ
کیا وہ شخص جو قانت ہو رات کی گھڑیوں میں وہ سجدے بھی کرتا ہو اور قَآئِمًا کھڑے ہو کر بھی خدا کی عبادت کرتا ہو، دنیا کے مقابل پر آخرت سے ڈرتا ہو اور اللہ کی رحمت کا امیدوار ہو۔ یہ وہی مضمون ہے جس کو قرآن کریم دوسری جگہ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا (السجدۃ:۱۷)۔ کہ وہ خوف سے بھی اللہ کو یاد کرتے ہیں اور طمع سے بھی اللہ کو یاد کرتے ہیں لیکن وہاں خوف کو مجمل بیان فرمایا گیا تھا یہ ممکن ہے کسی کا ذہن اس طرف منتقل ہو جائے کہ وہ دنیا کے خوف کے وقت خدا کو یاد کرتے ہیں یہ ہرگز مراد نہیں ہے۔ جو اللہ کے ہوتے ہیں وہ اس بات سے بے نیاز ہوتے ہیں کہ خوف آئے تو خدا کو یاد کریں یہ تو دنیا داروں کا کام ہے کہ خطرے کے وقت اللہ کو یاد کریں اور امن کے وقت خدا کو بھول جائیں۔

چنانچہ قرآن کریم اس احتمال کی نفی دو طریق پر کرتا ہے۔ ایک جگہ تو یہ فرمایا کہ مشرک لوگ ہیں ان کی عادت ہوتی ہے کہ جب وہ خطرات میں گھر جاتے ہیں، طوفان ان کو گھیر لیتے ہیں، غرق ہونے کا خطرہ جان کو لاحق ہو جاتا ہے تب وہ خدا کو یاد کرتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ جب یہ خطرات ٹل جائیں گے تو پھر وہ خدا کو بھول جائیں گے لیکن اس کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ پھر بھی وہ ان کو معاف فرما دیتا ہے، پھر بھی ان پر رحم کر لیتا ہے۔ دوسری دفعہ یہاں اس موقع پر اس بات کو کھول دیا کہ جب ہم کہتے ہیں يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ غیر اللہ کے خوف کی وجہ سے وہ خدا کو یاد کرتے ہیں غیر اللہ کا خوف ان کو ہوتا ہی نہیں۔ جو خدا والے بن جاتے ہیں دنیا کے خوف سے وہ ناآشنا ہو جاتے ہیں کیونکہ جو خدا کے ساتھ رہتا ہو جس کو احساس ہو خدا کے وجود کا کہ وہ ہر دم میرے ساتھ ہے، جو میری پشت پر کھڑا ہے، ان کو آخرت کا خوف تو ہوتا ہے خدا کی ناراضگی کا خوف تو ہوتا ہے دنیا کا خوف نہیں ہوتا۔ تو فرمایا يَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ وہ آخرت کے بارہ میں خوف رکھتے ہیں کہ کہیں ہمارے اعمال کی کوتاہیاں اور ہماری شامت اعمال

ہمیں خدا کی ناراضگی کا مورد نہ بنادے، ہمارا انجام بد نہ ہو جائے۔

یہاں جو لفظ قَانِتٌ استعمال کیا گیا ہے یہ وہ ایک بنیادی صفت ہے جو اس تمام جملے پر حاوی ہے اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ۔ قانت کے عربی میں تین معنی ہیں:۔ قَانِتٌ کا ایک مطلب تو ہے اطاعت شعار۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ان کے رنگ ظاہر ہوتے ہیں اس پر اطاعت کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ اگر وہ غصہ کا اظہار کرتے ہیں تب بھی اطاعت خداوندی کی وجہ سے، اگر وہ نرمی دکھاتے ہیں تب بھی اطاعت خداوندی کی وجہ سے، اگر مقابل پر وہ اپنا دفاع کرتے ہیں تب بھی اطاعت خداوندی کی وجہ سے، اگر انتقام سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور معاف فرما دیتے ہیں تب بھی وہ اطاعت خداوندی کی وجہ سے۔ دوسرا اس کا معنی ہے خشوع وخضوع کرنے والے۔ اللہ کے حضور وہ بہت زیادہ جھکنے والے ہیں اور عاجزی دکھانے والے ہیں۔ ان کی جو اطاعت ہے وہ ان کے عجز کی وجہ سے ہے، وہ خدا کے حضور اپنے آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھتے، اللہ کی راہ میں بچھ جاتے ہیں، اپنے وجود کو خدا کی راہ میں مٹا بیٹھتے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے سوائے اس کے کوئی تقدیر ہی باقی نہیں رہتی کہ خدا کا رنگ ان پر غالب آجائے جو کچھ کریں خدا کی خاطر کرنے لگ جائیں اور تیسرا معنی اس کا ہے خاموش۔

مفسرین نے اس موضوع پر بڑی دلچسپ بحثیں اٹھائی ہیں کہ خاموش کا یہاں کیا تعلق ہے؟ بعض کا خیال ہے کہ خاموشی سے عبادت کرتے ہیں لیکن عبادت میں تو اونچی آواز میں بھی عبادت ہوتی ہے ہلکی آواز میں بھی عبادت ہوتی ہے۔ دعائے قنوت جو لفظ ہے وہ لفظ اسی سے نکلا ہے یا قنوت سے قانت نکلا ہے، یہ کہنا چاہئے اور وہاں خشوع وخضوع کی دعا مراد ہے تو یہاں خاموشی کے کیا معنی ہیں۔ اگلی آیت میں چونکہ صبر کا مضمون ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خاموشی سے مراد خدا کی راہ میں دکھ اٹھانے کے باوجود واویلا نہ کرنے والے خدا کی راہ میں تکلیفیں اٹھا کر خاموشی سے ان کو برداشت کرنے والے اور اللہ سے اپنے تعلقات کا اظہار نہ کرنے والے۔ اللہ سے جو پیار ان کو نصیب ہوتا ہے اس پر وہ تعلّی کے طور پر اسے دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتے بلکہ ان کے اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی تعلقات رہتے ہیں وہ خدا اور بندے کے درمیان ایک راز رہتا ہے۔

چنانچہ حقیقی نیکی کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ کچھ اس کا نظر آنا بہر حال ایک طبعی امر ہے کیونکہ کچھ عبادتیں اجتماعی عبادتیں ہوتی ہیں۔ کچھ نیکیاں ہیں جن میں قرآن کریم کی رو سے علی الاعلان

ہونے کی صفت پائی جاتی ہے۔ حکم خداوندی ہے اور اطاعت کا تقاضا یہ ہے کہ جب خدا فرماتا ہے کہ بعض نیکیاں علی الاعلان کرو تو علی الاعلان ہی کرو کیونکہ اس سے قوم میں نیکی کی روح زندہ رہتی ہے لیکن فرق صرف یہ ہے منافق اور غیر منافق میں، قانت اور غیر قانت میں کہ منافق آدمی کی نیکیاں صرف سطح پر رہتی ہیں اور نظر آنے والی ہوتی ہیں اور اندر اس کے بدیاں بھری ہوئی ہوتی ہیں جن کے اوپر پردہ پڑا ہوتا ہے۔ مومن میں بھی کمزوریاں ہوتی ہیں، مومن سے بھی غفلتیں ہو جاتی ہیں لیکن وہ اپنی نیکیوں کو بھی چھپاتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اس کی نیکیوں کا ایک حصہ مخفی رہے۔

چنانچہ خدا کی راہ میں قانت کا مطلب ہے اپنی نیکیوں پر پردہ ڈالنے والے، خاموشی کے ساتھ سے نیکیاں، اپنے اور رب کے تعلقات کو چھپانے والے اور ہر نیک انسان کے اندر یہ شرط لازماً ہونی چاہئے ورنہ وہ قانت نہیں کہلا سکتا ۔ یہ وہ صفات ہیں تبھی قانت کہتے ہیں فرمایا قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیۡلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا خاموشی کے کیا معنی ہیں۔ صرف دن کو عبادتیں نہیں کرتے وہ رات کے پردوں میں چھپ کر بھی خدا کی راہ میں کھڑے ہونے والے لوگ ہیں، وہ رات کے پردوں میں بھی خدا کے حضور سجدہ کرتے ہیں صرف وہ دن کی روشنی میں اطاعت شعار نہیں بنتے۔

فرمایا کیا یہ لوگ جو ایسی صفات رکھتے ہیں اور آخرت سے ڈرتے ہیں اور اللہ کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور آگے جواب کوئی نہیں دیا گیا۔ یہیں جملہ ختم ہو گیا۔ ترجمہ کرنے والے اور مفسرین بیچارے یہاں پھر مشکل میں پڑ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں اس کا کیا جواب ہے؟ تو جواب اکثر ترجموں میں یہی دیا جاتا ہے جو ایک Neutral اور درمیانی جواب ہے جس سے فقرہ مکمل ہو جاتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ قرآن کریم کا ایک انداز بیان ہے کہ فقرہ کا وہ حصہ جس کا مطلب ظاہر ہی ہے اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے کہ از خود انسان کے منہ پر وہ جاری ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ یہ معنی لیتے ہیں کہ کیا وہ شخص اور یہ شخص جو نہ کرتا ہو برابر ہو سکتے ہیں، ایک جیسے ہو سکتے ہیں جو یہ باتیں نہ کرتا ہو۔ ایک جیسے کا مفہوم درست ہے لیکن ان معنوں میں کہ کیا اللہ کا سلوک ان سے وہی ہو سکتا ہے جو ان صفات سے عاری لوگوں سے ہو گا۔ اس کا اصل طبعی نتیجہ یہ ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب قرآن کریم ایک سوال اٹھا کر اس کا جواب دیئے بغیر آگے گزرتا ہے تو اس کا صرف یہ مطلب نہیں ہے کہ چونکہ جواب ظاہر ہے اس لئے خدا تعالیٰ

نے وہ حصہ چھوڑ دیا بلکہ اس میں تو عقل کے لئے ایک چیلنج ہے کہ یہ جو بعد کی خاموشی ہے اس خاموشی کے اندر کچھ چیزیں چھپی ہوئی ہیں بہت سی حکمتیں ہیں جو مخفی ہیں تو ان امکانات پر غور کرو اور تلاش کرو کہ خاموشی میں خدا تعالیٰ نے کیا کیا جواب رکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ قَانِتٌ میں ایک یہ بھی جواب ہے کہ جہاں خدا کے بندے اپنے تعلقات میں قانت ہو جاتے ہیں خدا ان کے بارے میں اپنے تعلقات میں قانت ہو جاتا ہے اور خدا کا سلوک بھی ان سے مخفی اور پردہ راز میں رہتا ہے اس کی تفصیل بیان نہیں فرماتا۔ وہ جانتے ہیں جن سے خدا کا وہ سلوک ہوتا ہے یا اللہ جانتا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ اس زمانہ میں سب سے زیادہ صاحب تجربہ ہیں بلکہ وہی ہیں جن سے یہ تجربے دوبارہ اس دور میں زندہ ہوئے آپ نے اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں خدا سے ہمارا ایک تعلق ہے جس کو کوئی آنکھ پہچان نہیں سکتی، کوئی جان نہیں سکتا وہ تعلق کیا ہے اور اسی طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ایک تعلق ہے جس کو دنیا کی آنکھ سمجھ ہی نہیں سکتی۔ اس تک اس کی رسائی ہی نہیں ہے۔ تو یہ جو خاموشی ہے جواب میں یہ فصاحت و بلاغت کا کمال ہے۔ اسی قَانِتٌ کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اے میرے بندو! تم جو قانت ہو اور میرے بارہ میں اپنے پیار اور محبت کے ایک حصے کو چھپاتے ہو اور صرف اس حصہ کو ظاہر کرتے ہو جس کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں تو میں بھی تمہارے لئے قانت بن جاتا ہوں اور جو سلوک میں تم سے غیروں کے مقابل پر کروں گا اس کا ایک حصہ تو میں ظاہر کرتا ہوں لیکن ایک حصہ چھپانے والا بھی ہوں اور وہ لذتیں وہ ہیں جن سے صرف تم آشنا ہو گے اور تمہارا غیر اس تصور کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ یقیناً اہل عقل ہی ہیں جو ان باتوں سے نصیحتیں پکڑتے ہیں اور سبق حاصل کرتے ہیں۔

یہ اُولُوا الْاَلْبَابِ کا مضمون قرآن کریم میں اور جگہ بھی ادا ہوا ہے اور وہاں بھی یہی عبادت کا، قیام و سجود کا مضمون ہے۔ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران: ۱۹۲)۔ وہ کون ہیں اُولُوا الْاَلْبَابِ پہلی صفت ان کی یہ ہے وہ خدا کی خاطر راتوں کو اٹھ کر قیام بھی کرتے ہیں اور قعود بھی کرتے ہیں۔ تو یہاں وہی اُولُوا الْاَلْبَابِ مذکور ہیں اور یہ قرآن کریم کی اصطلاحیں ہیں۔ عقل سے کیا مراد ہے؟ قرآنی اصطلاح میں عقل اس بات کو کہتے ہیں

کہ جو زندگی کا مقصد ہے اس کو پا جائے، جو سب سے بڑا خزانہ ہے اس خزانے تک اس کی پہنچ ہو جائے اور دنیا کی دولتوں پر راضی نہ ہو بلکہ ماوراء کی دولتوں پر اس کی نظر ہو اور جو خالق ہے اس سے تعلق باندھے نہ کہ مخلوق کے دام میں پھنس جائے اور یہ سب عقل کی تعریفیں ہیں اگر عقل کے لئے کوئی تعریف بنائی جائے، یہ ایک الگ مضمون ہے، لیکن میں نے اس پر بہت غور کر کے دیکھا ہے اس سے بہتر عقل کی کوئی اور تعریف ہو ہی نہیں سکتی اور نہ ان صفات کے بغیر انسان کی عقل کامل ہو سکتی ہے مگر بہرحال آئندہ کسی موقع پر جب خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو میں اس پر روشنی ڈالوں گا۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلۡ یٰعِبَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ ہٰذِہِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃٌ اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان کر دے! کہہ دے! اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ ہٰذِہِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃٌ یقیناً وہ لوگ جو اس دنیا میں احسان کا معاملہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اسی دنیا میں حسنـــــہ رکھ دی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس کا پہلی آیت اور پہلے مضمون سے کیا تعلق ہے۔ یہ بھی چونکہ ابھی آدھی آیت پڑھی ہے میں نے جب بقیہ آیت پڑھوں گا تو وہ تعلق خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔ وَاَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَہُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ اللہ کی زمین وسیع ہے، یہ محاورہ ہے وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں خدا کے نام پر خدا کی وجہ سے، خدا سے تعلق اور پیار کے نتیجہ میں کسی پر زمین تنگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ وہ ہجرت پر مجبور ہو جاتا ہے یا اپنے وطن میں ہی اس پر اس کی زمین، عرصہ حیات تنگ کر دیئے جاتے ہیں۔ اس موقع پر خدا تعالیٰ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ کا محاورہ استعمال فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَہُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بِغَیۡرِ حِسَابٍ اجر عطا فرماتا ہے اس نے اور بات کو کھول دیا کہ پہلا مضمون بھی انہی لوگوں کا تھا جو خدا کی راہ میں صبر کرنے والے، دکھ اٹھانے والے اور دکھوں کے وقت اور سکھوں کے وقت دونوں حالتوں میں اللہ ہی کی طرف جھکے رہنے والے۔ جب وہ خدا کے نام پر صبر کرتے ہیں، خدا کے نام پر مزید دکھ اٹھاتے ہیں تو پھر ان سے خدا کا کیا سلوک ہوتا ہے یہ اس آیت میں مذکور ہے۔ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ ہٰذِہِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃٌ یہاں اَحۡسَنُوۡا

فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ کا مضمون دو اشکال پیدا کرتا ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک جگہ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم خالی دنیا کی حسنہ مانگو گے تو تم آخرت کی حسنہ سے محروم کر دیئے جاؤ گے اور اس دعا کو ناپسند فرماتا ہے اور ایسی دعا کرنے والوں کے متعلق تنبیہ فرماتا ہے جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً اور جو دعا سکھائی وہ صرف یہ ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً تو یہاں تو ان کا قصہ بظاہر دنیا میں ہی چکا دیا۔ فرمایا لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ور پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں ان کو حسنہ مل گئی تو کیا وہ آخرت سے محروم رہ جائیں گے اور یہی ان کی جزاء ہے ساری قربانیوں کی ۔ قانتاً للہِ ہونے کی۔ خدا کی خاطر راتوں کو اٹھ کر سجدوں اور قیام میں گزارنے کی خدا کی، راہ میں دکھ اٹھانے کی یہ عجیب جزاء خدا نے دی ہے کہ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے جو حَسَنَةً کا لفظ استعمال کیا ہے وہ دنیاوی اموال کے لئے استعمال نہیں بلکہ نیکیوں کے لئے استعمال کیا ہے جہاں رد کیا ہے فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وہاں ان لوگوں کی دعا کو رد کیا جن کے نزدیک حَسَنَةً کا تصور دنیا کی دولتیں، دنیا کے عیش، دنیا کے اموال اور دنیا کی وجاہتیں ہیں۔ جب آپ اس حَسَنَةً کے ترجمہ کو ملحوظ رکھ کے دعا کرتے ہیں کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً تو یہ رد کرنے کے لائق دعا ہے اور اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ اور گھٹیا مطالبہ کو پسند نہیں فرماتا۔ لیکن جب خدا کے بندوں کی طرف رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً کی دعا منسوب ہوتی ہے یا اللہ وعدہ کرتا ہے کہ تمہیں دنیا کی حَسَنَةً دوں گا تو وہاں حَسَنَةً اسلامی اصطلاح کی حَسَنَةً ہے اور حَسَنَةً کا جہاں جہاں قرآن کریم میں لفظ استعمال ہوا ہے اچھے معنوں میں نیکیاں اور اعلیٰ درجے کی صفات ہیں۔ تو اس آیت کا اول معنی تو یہ ہے کہ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا جن لوگوں نے اپنے اعمال کو حسین بنانے کی کوشش کی بہت سے معنی ہیں ان میں سے ایک معنی یہ ہے۔ اَحْسَنَ کہتے حسن بخشنا کسی چیز کی تزئین کرنا۔ ان کے اعمال موت کا انتظار نہیں کیا کرتے کہ وہ مر جائیں تو پھر جا کے ان کے اندر حسن پیدا ہو۔ وہ لوگ جو دیانت داری سے تقویٰ کے ساتھ، خلوص نیت کے ساتھ اپنے اندر تحسین پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے اندر مزید حسن داخل کرنا چاہتے ہیں، اپنے اعمال اور اپنے اخلاق کی تزئین کرنا چاہتے ہیں فرمایا دنیا میں تو ان کو یہ تزئین عطا ہو

جاتی ہے، ان کے اعمال کا حسن دنیا دیکھ لیتی ہے، ان کے اندر ایسی پاکیزہ تبدیلیاں پیدا ہوجاتی ہیں کہ وہ دنیا کو بھی حسین نظر آنے لگتے ہیں فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ہوجاتا ہے۔اس لئے یہ دعویٰ کہ ہم خدا کی راہ پر چل رہے ہیں اور حقیقت میں ہم تحسین کررہے ہیں دنیا کو بھی اور اپنے اعمال کو بھی حسن بخش رہے ہیں اور عملاً اس دعویٰ کے بعد نہایت مکروہ اعمال ہوں، ایسے اعمال جو اپنوں کو بھی اس دین سے متنفر کردیں جس طرف وہ منسوب ہورہا ہے اور غیروں کو بھی متنفر کردیں۔قرآن کریم کے اس بیان کے مطابق ان کا دعویٰ ہی جھوٹا ہے۔اگر کوئی اس دعوے میں سچا ہے کہ ہم احسان کرنا چاہتے ہیں اور تحسین کرنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ ان کے اعمال ان کی تصدیق کریں۔ان کے اخلاق اور کردار میں وہ حسن دنیا دیکھنے لگ جائے اور آخرت کا وعدہ نہ ہو کہ یہ لوگ آخرت میں جنت میں جائیں گے۔فرمایا اگر ان کی دنیا ہی حسین نہیں بنی یعنی خدا کی نظر میں وہ اپنے حسین اعمال دنیا میں پیش نہیں کرسکتے تو پھر آخرت کی امید چھوڑ دیں۔اگر یہاں حسن عطا نہیں ہوا تو آخرت میں بھی ان کو کوئی حسن عطا نہیں ہوگا۔

تو ایک تو یہ معنی ہے اور احسان کے دعویٰ کرنے والوں کے اوپر یہ معنی اطلاق پاتا ہے اس لحاظ سے کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہم حسین کام کرتے ہیں، ہم اصلاح کی غرض سے آئے ہیں، ہم نیکیاں پھیلانے کے لئے آئے ہیں تو فرمایا یہ تو کوئی ایسا مشکل معاملہ نہیں ہے اسی کسوٹی پر تم پرکھے جاؤ گے۔جس حسن کا تم دعویٰ کرتے ہو وہ اس دنیا میں اگر تمہارے اندر نہیں نظر آتا تو تم جھوٹے ہو۔

دوسرا معنی ہے خدا کی طرف سے جزا کے طور پر حسن اور وہ لفظ **حسنة** نہ صرف نیک اعمال پر اطلاق پاتا ہے بلکہ ہر قسم کی نیک جزا پر بھی اطلاق پاتا ہے۔جب خدا فرماتا ہے کہ میں تمہیں **حسنة** عطا کروں گا تو صرف یہ مراد نہیں ہوا کرتی کہ میں تمہیں نیک اعمال بخشوں گا، میں تمہیں نیک اخلاق عطا کروں گا، تمہاری روحانی شکلوں کو حسین بنادوں گا بلکہ یہ مراد ہوتی ہے کہ میں تمہیں ہر قسم کی وہ عطا دوں گا جس میں کسی لحاظ سے بھی کوئی حسن پایا جاتا ہے۔تو یہاں معنی وسیع ہوجاتے ہیں۔تو فرمایا کہ وہ لوگ جو حقیقی معنوں میں احسان کا سلوک کرتے ہیں اور اپنے اعمال کو حسین بناتے ہیں اور غیروں سے بھی احسان کا سلوک کرتے ہیں ان کے لئے میرا یہ وعدہ نہیں ہے کہ وہ جب تک مریں گے نہیں ان کو جزا نہیں ملے گی اس دنیا میں بھی ان کے لئے جزا مقدر ہے اور اسی دنیا میں وہ اپنے اعمال کے نیک

میٹھے پھل کھائیں گے یہیں وہ سب کچھ ان کو ملے گا۔

چنانچہ قرآن کریم میں دوسری جگہ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا (البقرۃ:۲۶) میں جو مضمون ہے وہ بھی اسی مضمون کا ایک حصہ ہے کہ وہ کہیں گے اے اللہ! ہماری نیکیوں کے کچھ پھل تو دنیا میں بھی ہمارے سامنے پیش کئے گئے تھے تو نے ہی دیئے تھے اب جو تو ہمیں پھل دے رہا ہے یہ تو ویسے ہی ہیں گویا کہ وہی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نہیں تم نہیں جانتے ان سے کوئی نسبت ہی نہیں دنیا کی حسنة بھی اگر چہ حسنة ہوتی ہے لیکن آخرت کی حسنة سے اس کو کوئی نسبت نہیں ہے۔

تو فرمایا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ہم ان کو مستقبل کے وعدوں پر زندہ نہیں رکھیں گے، مابعد الموت کی جنتوں کی بشارتیں نہیں دیں گے۔ وہ دیں گے لیکن اس کے ساتھ ہی اس دنیا کی بشارتیں بھی دیں گے، اس دنیا میں بھی ان کو جزا ملے گی وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اور اسی مضمون کو آگے بڑھا کر اس شک کو دور فرما دیا کہ شاید اس دنیا کی حسنہ کے بعد آگے ان کو کچھ نہیں ملنا۔ چنانچہ یہ مضمون وہیں سے آگے بڑھتا ہے۔ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ وہ جو غیر تم پر تنگی ڈالنا چاہتے ہیں، تمہارا عرصہ حیات تنگ کرنا چاہتے ہیں اور ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ہم غیر کو نا کام کر دیں گے۔ وہ ہرگز تمہارا عرصہ حیات تنگ کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا جتنی وہ تمہاری زمینیں تنگ کرنے کی کوشش کرے گا اتنی ہی خدا تمہیں وسیع تر زمین عطا فرماتا چلا جائے گا۔ ایک ملک میں تمہیں روکنے کی کوشش کرے گا تو تم اور ملکوں میں پھیل جاؤ گے۔ ایک براعظم میں تمہیں پابند کرنے کی کوشش کرے گا تو نئے براعظم تمہیں اللہ تعالیٰ عطا فرما دے گا۔ غیر اللہ کی مجال نہیں ہے کہ وہ خدا والوں کی زمینوں کو تنگ کر دے۔ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ خدا کی زمین وسعت پذیر ہے اور وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جاتی ہے اُن لوگوں کے لئے جو خدا کے ہیں، جن کی صفات پہلے بیان ہوئی ہیں۔ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ یقیناً صابرون وہ لوگ صبر کرنے والے ہی ہیں جن کو لازماً اجر دیا جائے گا اور وہ اجر اس دنیا تک محدود نہیں ہوگا بلکہ بغیر حساب ہوگا اس لئے اگر کوئی وہم کسی کے دل میں گزرا ہو کہ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ کہہ کے ہماری نیکیوں کا یہیں قصہ ختم کر دیا گیا ہے فرماتا ہے کہ نہیں اگر تم صبر کرنے والوں میں ہو گے تو صبر کرنے والوں کا اجر بے حساب ہے۔

چنانچہ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا قَانِتٌ میں جو خاموشی ہے اس کا ایک معنی صبر بھی ہے خدا کی خاطر دکھ اٹھانا اور واویلا نہ کرنا ،شکوے نہ کرنا کہ اوہو ہم ایمان لے آئے تھے ہمارے پر یہ مصیبتیں پڑ گئیں ۔ از دیاد ایمان کی خاطر بعض دفعہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا یقین دلانے کے لئے وہ یہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم نے خدا کی خاطر معمولی سا یہ دکھ اٹھایا تھا تو خدا نے یہ جزا دی مگر احسان کے طور خدا والوں کو بتانے کے لئے کہ دیکھو ہم نے اس نام میں کیسی مصیبت پائی ہے وہ ہرگز کبھی کوئی ایسا اظہار نہیں کیا کرتے بلکہ خدا کی خاطر صبر کرتے ہیں ان کے لئے فرمایا بے حساب اجر ہے۔ پس جہاں تک ان کی اس کوشش کا تعلق کہ وہ خدا کی راہ میں روڑے اٹکا دیں اور وہ لوگ جو سچائی کی طرف مائل ہو رہے ہیں ان کو مائل ہونے سے روک دیں اور جہاں تک ان کی اس کوشش کا تعلق ہے کہ احمدیت کو دنیا میں پھیلنے سے روک دیں اور ان پر زمین تنگ کر دیں تو یہ آیات بتا رہی ہیں کہ اگر احمدی قَانِتٌ رہیں گے ان تینوں معنوں میں جو میں نے بیان کئے ہیں اور اگر احمدی خدا کے حضور راتوں کو اٹھنا نہیں چھوڑیں گے، راتوں کے سجدوں سے غافل نہیں رہیں گے اور راتوں کے قیام سے غافل نہیں رہیں گے اور اگر احمدی دنیا کے خوف سے آزاد ہو کر آخرت کے خوف کو اپنا لیں گے اور اس خوف کا یہ معنی نہیں ہوگا کہ وہ خدا کو محض ایک عذاب دینے والے وجود کے طور پر متصور کریں بلکہ رحمت کی امید رکھتے ہوئے خوف کریں گے۔ ان دونوں کو اس طرح ملا دیا ہے کہ خوف کو رحمت پر غالب نہیں آنے دیا بلکہ رحمت کو خوف پر غالب کر دیا۔ پہلے خوف کا ذکر اور بعد میں رحمت کا ذکر یہ طرز بیان ہی بتا رہی ہے، یہ وہ ایسی ترتیب ہے کہ اگر پہلے خوف کا ذکر ہونے کی بجائے رحمت کا ذکر ہوتا اور پھر خوف کا ذکر ہوتا تو یہ ڈرانے کا طریق ہے اور اگر تھوڑا سا ڈرا کر پھر اس خوف کو دور کر دیا جائے اور رحمت اور پیار کی باتیں شروع کر دی جائیں تو یہ تبشیر کا طریق ہوا کرتا ہے۔ تو فرمایا کہ وہ لوگ خدا سے ڈرتے تو ہیں لیکن ایک ظالم کے طور پر نہیں ڈرتے ،ایک منتقم کے طور پر اس سے نہیں ڈرتے ،ایسے خدا کا تصور نہیں رکھتے کہ جس سے ڈرتے ڈرتے جان ہی انسان کی نکل جائے اور اس سے بخشش کی امید نہ ہو بلکہ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ (البقرہ:۲۱۹) ایسی حالت میں ڈرتے ہیں کہ اس ڈر کے نتیجہ میں بھی وہ رحمت کی توقع رکھتے ہیں۔ جوں جوں خدا کا خوف ان کے دل میں بڑھتا چلا جاتا ہے وہ اپنے آپ کو زیادہ خدا کی رحمت کا مستحق سمجھنے لگ جاتے ہیں گویا کہ خوف ہی خدا کی رحمت کا ان کے لئے

ضامن بنتا چلا جاتا ہے۔ یہ وہ خوف ہے یہ وہ حذر ہے جس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

تو فرمایا اگر احمدی اس بات پر قائم ہو جائیں تو پھر لازماً ان کا عرصہ حیات دنیا میں کوئی بھی تنگ نہیں کرسکتا۔ وہ پھیلتے چلے جائیں گے، نئی نئی رحمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو عطا ہوں گی، نئی نئی برکتیں ان کے گھروں پر باران رحمت بن کر نازل ہوں گی اور یہ اجر اس دنیا میں بھی ملے گا ہم انہیں آخرت کا انتظار نہیں کروائیں گے۔ جو کچھ ان کے مال لوٹے جائیں گے، جو کچھ ان کو دکھ دیئے جائیں گے اس کا بدلہ ہم ان کو اس دنیا میں ساتھ دیں گے لیکن یہیں تک محدود نہیں رکھیں گے بلکہ اس بدلے کو وسیع کر دیں گے یعنی وَاسِعَةٌ کا مضمون بھی ہر مضمون میں پھیل جاتا ہے ایسا عجیب یہ فصیح و بلیغ کلام ہے کہ ایک لفظ دوسرے کے ساتھ جوڑ رکھتا ہے اور ایک دوسرے کو تقویت دیتا ہے۔ تو یہاں وَاسِعَةٌ کا مضمون یہ ہے کہ اس دنیا میں ان کے اعمال کو بھی ہم حسن عطا کرتے چلے جائیں گے اور ان کی دنیاوی نعمتوں میں بھی اضافہ کرتے چلے جائیں گے اور اس رحمت کو دنیا تک ہی محدود نہیں رکھیں گے بلکہ آخرت تک وسیع کر دیں گے کیونکہ اللہ کی ارض یہ ارض نہیں ہے جو تمہاری ارض ہے وہ دونوں جہان پر وسیع ہے۔ جب ارض اللہ کہا جاتا ہے تو اس سے مراد یہ دنیا کی زمین نہیں رہتی ارض اللہ تو ساری کائنات پر حاوی ہے۔ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (البقرہ:۲۵۶) تمہاری ارض اور تمہارے آسمان خدا کے تخت کے نیچے ہیں۔ پس فرمایا پھر وہ اپنے اجر کو وسعت عطا کرے گا اور اس دنیا میں بھی اجر دے گا اور دوسری دنیا میں بھی اجر دے گا اور پھر فرمایا یہ اجر کا طریق بھی اتنا وسیع ہوگا نہ یہاں حساب چلے گا اور نہ وہاں حساب چلے گا، یہاں بھی بے حساب ہوگا اور وہاں بھی بے حساب ہوگا۔ تو جن خوش نصیبوں سے تھوڑی سی معمولی سی قربانی لے کر اتنے عظیم الشان وعدے ہوں اور ان وعدوں کی یقین دہانی کے لئے نقد سودے بھی ساتھ ہو رہے ہوں ان سے کون ان کا ایمان چھین سکتا ہے، کون ان سے خدا تعالیٰ کی راہوں پر چلنے کا عزم چھین سکتا ہے، کون ان کے حوصلوں کا سر نیچا کرسکتا ہے ناممکن ہے۔ تو جو چاہیں کریں جس قسم کے ہتھیار ان کے پاس ہیں لے کر باہر نکلیں لازماً انہوں نے نامراد رہنا ہے، لازماً انہوں نے ناکام رہنا ہے کیونکہ قرآن کریم یہ اعلان فرما رہا ہے۔ جو جیتنے والی صفات حسنہ بیان فرما رہا ہے وہ تو ہماری ہیں اور تم ہماری صفات بڑھانے میں مدد کر رہے ہو ہیں کم کرنے میں نہیں۔ یہ دو اور دو چار سے بھی زیادہ روشن بات ہے کہ **بہر حال جماعت**

احمدیہ غالب آئے گی، ہر سرزمین پر غالب آئے گی، ہر جہاد میں غالب آئے گی، ہر مقابلے میں غالب آئے گی۔

اب میں اہل انگلستان کو یہ بتانے کے لئے کہ بس کہیں ان کو یہ وہم نہ ہو جائے کہ انہوں نے بھی قربانی میں خوب حصہ لے لیا اور وہ اہل پاکستان کے برابر ہو گئے۔ میں پاکستان کا بھی ذکر تھوڑا سا کر دوں۔ جن مظالم کا جماعت احمدیہ پاکستان اس وقت نشانہ بنی ہوئی ہے اس کا عشر عشیر بھی یہاں آپ نہیں دیکھ رہے۔ چند گالیاں ان کی چھپ گئیں، چند ان کے فحش کلامی کے نمونے آپ نے یہاں دیکھ لئے اور آپ کے دل جل گئے اور آپ نے سمجھا کہ بس یہی بہت ہو گئی، اب ہمیں پتہ لگ گیا ہے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ وہاں دن رات پیشہ ور مولوی اس کے سوا اور کام ہی کوئی نہیں جانتے کہ غلیظ سے غلیظ گالیاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیں اور صرف پیشہ ور مولوی ہی نہیں حکومت کے سربراہ بھی اس مشغلے میں ان کے ساتھ ہیں اور وقتاً فوقتاً یاددہانی کرواتے رہتے ہیں کہ تم ایک مظلوم اور بے سہارا قوم ہو، تم ایک مجبور قوم ہو، ہم تمہیں ہر طرح ذلیل اور رسوا کریں گے، ہر قسم کا دکھ تمہیں دیں گے اور اسی پر بس نہیں کی جاتی پھر قتل و غارت کی تعلیم دی جاتی ہے، پھر قتل و غارت ہوتے ہیں پیشہ ور آدمی رکھے جاتے ہیں۔ اگرچہ بیٹلے کی سرزمین میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نظارہ دکھایا کہ ایک احمدی کے مقدس خون سے وہ سرزمین شاداب ہوئی ہے یہ اہل انگلستان کی خوش قسمتی ہے مگر یہ نہ سمجھ لیں غلط فہمی سے کہ وہ سب کچھ جو وہاں ہو رہا ہے وہ آپ کے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔ ان حالات میں سے گزرنے کے بعد آپ کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ایک طعمہ ہے محض، ایک چھوٹا سا لقمہ ہے یہ بتانے کے لئے کہ قربانیاں دور سے دیکھنا اور چیز ہوتا ہے اور قربانیوں میں سے گزرنا کچھ اور بات ہوتی ہے۔ یہ دو چیزیں ایک جیسی نہیں ہوا کرتیں۔

چنانچہ ایک جواب جو اس سوال میں مخفی ہے وہ یہ بھی ہے فرمایا کہ وہ لوگ جو ان تجربوں میں سے گزر رہے ہیں ان مومنوں جیسے تو نہیں ہو سکتے جو نظریاتی طور پر یہ ساری باتیں مانتے ہیں لیکن ان تجارب میں سے ان کی زندگیاں نہیں گزریں۔ خدا کی عبادت اور اس کی خاطر قربانیاں اور خدا کی خاطر صبر اور رضا کی اور خاموشیاں یہ تجربے عملاً ان کو حاصل نہیں ہوئے تھوڑا بہت یہاں اور وہاں چکھ لیا ہے نظریاتی طور پر ایمان رکھتے ہیں لیکن یہ اس جیسے نہیں ہو سکتے۔ تو جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا

سوال اٹھا کر جب قرآن جواب دینے میں خاموشی اختیار کرتا ہے تو مضمون کو وسیع سے وسیع کر دیتا ہے۔ بہت سے امکانی جوابات ہیں جن کو وہ کھلا چھوڑ دیتا ہے پھر مومن کا کام ہے وہ غور کرے اور تلاش کرے اور پھر لطف اٹھائے ان مخفی جوابوں سے جو اس خاموشی میں پنہاں ہیں۔

تو اہل پاکستان کی طرف سے تو کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جو مجھے ان کے دکھوں کی تفصیل معلوم نہ ہو رہی ہو، کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں سے ان کے دکھوں کی تفصیل معلوم نہ ہو رہی ہو۔ ساہیوال میں ہمارے جو معصوم قیدی ہیں، کوئی ان کا جرم نہیں ہے اور سخت گرمیاں بھی انہوں نے نہایت ہی تکلیف دہ حالات میں دیکھیں، سخت سردیاں بھی انہوں نے نہایت تکلیف دہ حالات میں دیکھیں، ان کی جو داستان ہے وہ بڑی دردناک ہے۔ میں نے وہ منگوائی ہیں اور مختلف قسطیں ان کی آرہی ہیں ان پر جو بیتی ہے جن حالات سے وہ گزرے ہیں، ان میں سے ایک نے لکھ کر وہ مجھے بھجوانی شروع کی ہیں اور ایک شاید دو قسطیں ابھی باقی ہوں تو انشاء اللہ میں شائع کروں گا اور ساری دنیا میں ان کو ہم پھیلائیں گے تاکہ احمدیوں کے لئے تقویت ایمان کا موجب بنیں۔ ان کو پتہ چلے کہ ان کے بھائی کن سختیوں اور کن مشکلوں میں سے گزر رہے ہیں۔

پنو عاقل کے شہداء کے وارثوں کی طرف سے خط ملتے ہیں، حیدرآباد کے شہداء کے وارثوں کی طرف سے خط ملتے ہیں، نواب شاہ کے شہداء کے وارثوں کی طرف سے خط ملتے ہیں، سکھر کے شہداء کے وارثوں کی طرف سے خط ملتے ہیں اور ان کی طرف سے بھی جن کے باپ شہید ہوئے اور وہ تو فرضی جرم میں کہ انہوں نے بم چلایا ہے اور بعض آدمیوں کو قتل کیا ہے، دہشت گردی کے فرضی جرم میں بھی اور قتل کے فرضی جرم میں بھی ملوث ہو کر قید خانے میں پڑے ہوئے ہیں یعنی ان کے باپ کو شہید کر دیا گیا اور بچوں کو قید میں ڈال دیا گیا کہ تم دوسروں کے قاتل ہو۔ جس ملک میں یہ حال ہے اس ملک کے احمدیوں کا کیا حال ہوگا۔ اس کا یہاں چند نمونے آپ نے دیکھے ہیں ان کے ذریعہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے، ان میں کوئی نسبت نہیں ہے، اس لئے ان کو نہ بھولیں۔

یہ چھوٹے چھوٹے واقعات یہاں رونما ہوئے ہیں ان میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ اپنے بھائیوں کی تکلیف کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروائی گئی ہے۔ آپ کو یاد کرایا گیا ہے کہ ان کے لئے گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنے کا آپ پر کتنا فرض عائد ہوتا ہے۔ کبھی بھی ان کو نہ بھولیں اپنے

آرام کے وقت، اپنے عیش کے وقت، اپنی ہنسیوں کے وقت، اپنے روزمرہ کے دستور میں ہمیشہ اپنے ذہن کو بار بار ان کی طرف لے کر جائیں اور ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔

کنری میں جو کچھ ہوا اس کے بھی دلچسپ واقعات کی تفصیلات ملتی رہتی ہیں۔ آج میں اس وجہ سے کہ یہ ذکر بار بار تازہ ہوتا رہے اور آپ کو یاد دہانی ہوتی رہے کہ کن کن تجارب سے جماعت وہاں گزر رہی ہے۔ ہمارے نوجوانوں نے کیا کچھ دیکھا اور کیا کچھ محسوس کیا، میں واقعات پڑھ کر سناتا ہوں۔ اور یہاں جو زور ہے وہ دکھ پر نہیں یہاں صبر پر زور ہے اور چونکہ صبر کا مضمون چل رہا تھا اس لئے میں آپ کو نمونہ بتاتا ہوں کہ جو خدا کی راہ میں صبر کرنے والے ہوتے ہیں باہر بیٹھے ہوؤں کو ان کے لئے شدید دکھ کا احساس پیدا ہوتا ہے لیکن جو صبر کرتے ہیں خدا ان کو عجیب سکینت عطا فرما دیتا ہے۔ ان کو ایسا حوصلہ اس وقت بخشتا ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو اس وقت مظلوم نہیں سمجھ رہے ہوتے۔

ایک دوست ہمارے نوجوان ہیں اور جو ایم۔ ایس۔ سی کے طالب علم ہیں وہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جن پر شدید مظالم کئے گئے اور ماریں کھا کھا کر وہ بے ہوش ہو جاتے رہے اور پھر ہوش آتی تھی تو کلمہ پڑھتے تھے، پھر اس کی پاداش میں ان کو نہایت ظالمانہ طور پر پیٹا جاتا تھا پھر بے ہوش ہو جاتے۔ یہ وہ گروہ ہے احمدی نوجوانوں کا جو بڑی تعداد میں ہے۔ ان میں سے ایک نوجوان جو پہلے بھی مجھ سے خط و کتابت کرتے رہے ہیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایم ایس سی کے طالب علم ہیں وہ ایک نو احمدی کی روایت بیان کرتے ہیں جو بہت دلچسپ ہے۔ وہ کہتے ہیں:

> ’’ایک نو احمدی تھے جو ان دنوں کنری تھانے میں موجود ہوتے تھے جن دنوں کلمہ طیبہ کے دشمن کلمہ کے فدائیوں کے خلاف ہر قسم کا حربہ استعمال کر رہے تھے۔ یہ نو احمدی جن کا نام اسلم تھا ان کو بھی گرفتار کر کے تھانے میں بٹھایا ہوا تھا۔ ان کو روحانی اذیت دی جا رہی تھی اس طرح کہ ہر روز آنے والوں کو ان کے سامنے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا تا کہ یہ صاحب احمدیت چھوڑ دیں۔ اسلم صاحب نے ہمیں بتایا (یہ وہ عینی گواہ موقع پر بٹھایا ہوا تھا یہ بتانے کے لئے تم سے بھی یہی سلوک ہوگا ابھی بھی تم باز آ جاؤ اور احمدیت کو چھوڑ دو تو وہ کہتے ہیں) کہ جب پولیس والے مار مار کر تھک جاتے اور پھر خداموں کو Lock up میں

بند کر دیتے تو آپس میں باتیں کرتے تھے کہ یا تو یہ قادیانی کوئی انجکشن لگوا کر آتے ہیں یا کوئی ایسی دوائی کھا کر آتے ہیں جس سے ان کو درد نہیں ہوتا کیونکہ ہم میں سے کسی نے بھی تشدد کے دوران چیخ و پکار نہیں کی تھی۔ یہ تو خدا تعالیٰ نے ضبط کا بلند حوصلہ عطا کیا ہوا تھا۔ اس کے بعد اسلم صاحب نے بتایا کہ جب بعد میں ایک موٹر سائیکل چور پکڑا گیا اور تھانے لایا گیا جو اچھا جوان تھا اسے پولیس نے تھوڑا بہت مارا تو وہ چیخنے چلانے لگا یہاں تک کہ محلے کے لوگ اکٹھے ہو گئے تو پولیس والے اسے گالیاں دے رہے تھے اور اسے کہہ رہے تھے کہ چھوٹے چھوٹے کم عمر قادیانی یہاں آتے رہے ہیں جن کو ہم نے اپنی طاقت کے مطابق جتنا بھی مار سکتے تھے مارا لیکن انہوں نے اف تک نہیں کی اور تم اچھے بھلے جوان آدمی ہو تمہیں ہم نے دو جوتے لگائے ہیں تو تم نے چیخ چیخ کر محلّہ اکٹھا کر لیا ہے شرم کرو‘‘۔

یہ جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے ابھی اس کا کچھ حصہ رہتا ہے اس میں قانتاً للّٰہ اور صبر کرنے والے صبور لوگ ہیں خدا کے بندے عباد صبور ان کی دونوں صفات جلوہ گر ہیں یعنی صبر خدا کی خاطر ان معنوں میں کہ دشمن نے ایذا رسانی کی انتہاء کر دی لیکن اپنے مقصد سے نہیں ہٹے، صبر کا اصل بنیادی مفہوم یہ ہے اور کلمہ طیبہ سے جو محبت اور تعلق ہے اس سے باز نہیں آئے، اس سے انہوں نے تعلق توڑا نہیں کلمہ سے بے وفائی نہیں کی۔ اس کو کہتے ہیں صبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی رو سے جو آپ نے فرمائی۔ نیکیوں پر مخالفانہ حالات کے باوجود قائم ہو جانا اور ان نیکیوں کو پکڑے رہنا اور کسی حالت میں نیکی کو نہ چھوڑنا۔ دوسرا قَانِتٌ کی تعریف بھی ہو گئی کہ ادنیٰ ادنیٰ دنیا کے لوگ معمولی سی مار کھا کر شور ڈالنے لگ گئے، واویلا کرنے لگ گئے مگر وہ لوگ جن کو خدا کی خاطر دکھ دیئے گئے تھے ان کی زبان سے اف بھی نہیں نکلی۔ تو جو آیات میں نے پڑھ کر سنائی ہیں بالکل یہ ان کی ایک عملی تفسیر ہے جو وہاں احمدی نوجوانوں کو اپنی قربانیوں کے ذریعہ پیش کرنے کی توفیق عطا ہوئی اور یہ فقرہ ویسے مجھے بہت دلچسپ لگا کہ پولیس والے اس کو کہتے ہیں کہ شرم کرو۔ بے حیائی کی حد ہے یعنی خدا کا نام لینے پر مجبور اور معصوم نوجوانوں کو مار مار کر تم تھک گئے اور نڈھال ہو گئے تم شرم کرو۔ وہ

چور جو موٹر سائیکل کا ہے وہ کیا شرم کرے۔ جس کو مار پڑتی ہے وہ تو بولا ہی کرتا ہے اس میں کون سی شرم کی بات ہے مگر شرم کی بات تو یہ ہے کہ معصوم انسانوں کو محض اس جرم میں کہ وہ خدا کا نام لیتے ہیں تم مارو اور پھر مار مار کر خود نڈھال ہو جاؤ اور اس بات میں نا کام ہو جاؤ اور نامراد رہو کہ ان کے منہ سے کوئی چیخ سن سکو، ان کا کوئی واویلا دیکھ سکو۔ تم نے الٹی بات کی ہے اس کو کہنے کی بجائے تمہیں یہ فقرہ کہتے ہوئے شرم چاہئے تھی۔ پھر وہ کہتے ہیں:

''اسلم صاحب نے بتایا کہ میرا تو ایمان کم کرنے کی بجائے پولیس نے ایمان بڑھا دیا کیونکہ میں اس نظر سے یہ بات دیکھ رہا تھا کہ تمام خداموں کا منہ دیکھتے ہوئے میرا ایمان بڑھ رہا تھا کہ ابھی تو ان کو یہ معلوم تھا کہ تھانے میں تشدد ہوتا ہے پھر بھی یہ بیج لگا کر آتے ہیں اور اس وقت وہ نو احمدی کہتے ہیں کہ مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اگر ان کو یہ معلوم ہوتا کہ وہاں بیج لگانے والے کو گولی ماردی جاتی ہے تو پھر بھی یہ لوگ پیچھے نہ ہٹتے (اور یہ لکھنے والے کہتے ہیں کہ) خدا کی قسم! اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ وہاں کلمہ کا بیج لگانے پر گولی ماردی جاتی ہے تو ایک بھی خادم اس قربانی سے دریغ نہ کرتا اور ہنستے گاتے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اس راہ میں قربان ہو جاتا''۔

پھر ایک اور صاحب کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے ان کو دیکھا گلیوں میں پھرتے ہوئے، زنجیروں میں جکڑے ہوئے، قید خانوں کی طرف جاتے ہوئے، شہروں میں لوگوں کے سامنے ان کی بے عزتی ہوتے ہوئے، جوتے عوام میں ان پر برستے ہوئے۔ اس وقت وہ دیکھنے والا ان کو کیا دیکھ رہا تھا اس نے بعد میں آکر بعض احمدیوں کو نظارہ بتایا کہ تم جس حال سے گزر رہے تھے ایک تمہارا اندرونی تجربہ ہے، ایک ہم باہر سے دیکھنے والوں کو خدا کیا دکھا رہا تھا وہ یہ تھا کہتے ہیں:

''کہ جب آپ کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر شہر میں گھومتے تھے تو تمہارا قد عام قد سے دو دو فٹ اونچا نظر آتا تھا اور تمہارے چلنے کا انداز اور چلنے والوں جیسا نہیں تھا۔ وہ تو ایک الگ شان کی چال تھی جس کی وجہ سے تمہارے چہرے ایک دم رعب دار نظر آتے تھے اور واقعی تم ایک الگ مخلوق کی طرح انفرادیت کی شان

دکھا رہے تھے اس وقت ہمیں تمہیں دیکھ کر خوف آتا تھا۔‘‘

یہ نظارہ تھا جو دوسری آنکھ نے جو باہر کی آنکھ تھی دیکھا یعنی بجائے اس کے کہ ان کو ذلیل اور رسوا ہوتے ہوئے دیکھ کر بظاہر اور مار کھاتے ہوئے دیکھا ان کو وہ چھوٹے نظر آئیں ان کو یہ بڑے نظر آرہے تھے۔

جب میں نے یہ پڑھا تو مجھے جنگ بدر کا وہ واقعہ یاد آگیا اس کی حکمت سمجھ آ گئی۔ جب مشرکین مکہ کے سردار نے ایک نمائندہ بھیجا کہ مسلمان فوج کا جائزہ لے کر آؤ کہ وہ کس قسم کی فوج ہے۔ اشارۃً قرآن کریم نے بھی اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے گو تفصیل نہیں بیان کی۔ تو جب وہ دیکھ کر واپس آیا تو اس نے آکر کہا۔ اہل مکہ! تمہارے جیتنے کا کوئی امکان نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ کیونکہ جو میں دیکھ کر آیا ہوں میں کامل یقین کے ساتھ لوٹا ہوں کہ تم نے لازماً ہارنا ہے اور شکست تمہارے لئے لکھی گئی ہے، تم اس شکست سے بچ ہی نہیں سکتے اس لئے عزت اور جان بچا کر خاموشی سے یہیں سے واپس مڑ جاؤ۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ آخر کیا تم نے دیکھا ہے۔ کیا غیر معمولی ہتھیار ہیں، کتنی بڑی ان کی نفری ہے۔ اس نے کہا میں تمہیں بتاتا ہوں ان کی نفری یہ ہے کہ تین سو کے لگ بھگ آدمی ہیں، نہ ان کے پاس گھوڑے نہ ان کے پاس نہ اونٹ، نہ ان کے پاس تیر انداز، تلواریں بھی سب کے پاس نہیں ہیں، ڈنڈے بھی ہیں تو مکمل نہیں کسی کے پاس آدھا ڈنڈا ہے، ان میں بوڑھے بھی دیکھ کر آیا ہوں، ان میں بچے بھی دیکھ کر آیا ہوں، ان میں لنگڑے بھی میں نے دیکھے ہیں تو یہ وہ نقشہ ہے جو میں نے دیکھا ہے۔ اس پر سردار لشکر نے بڑے تعجب سے کہا کہ پھر یہ نتیجہ تم کیوں نکال رہے ہو جو تم دیکھ کر آئے ہو اس کا تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لازماً وہ شکست کھا جائیں گے اور ہم جیتیں گے۔ اس نے کہا یہ درست نہیں، نتیجہ وہی نکلتا ہے جو میں نکال رہا ہوں کیونکہ ان کے چہروں پر میں نے ایسے عزم دیکھے ہیں، ہر پیشانی پر موت لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ ایسے لوگ دیکھے ہیں جو دنیا کی ہر چیز سے بے خوف ہیں یہ قوم جن کی پیشانیوں پر موت لکھی ہوئی ہو ان کو تم نہیں مار سکتے۔ زندوں کو تو مار لیا کرتے ہیں مردوں کو نہیں کرتے وہ تو خدا کی راہ میں مردے بن کے آئے ہیں اس لئے تم ان پر غالب نہیں آؤ گے اور واقعۃً وہی ہوا۔ (طبری وابن سعد وابن ہشام)

تو کمزوری ظاہری اور بے بسی یہ اپنا ایک اثر رکھتی ہیں اس میں کوئی شک نہیں مگر پھر جب ان

میں عزم شامل ہو جائے جب کمزوروں اور بے بسوں کی پیشانیوں میں ایمان جھلکنا شروع ہو اور عظمت کردار ظاہر ہونے لگ جائے تو پھر دیکھنے والی آنکھ ان کو ذلیل کے طور پر نہیں دیکھا کرتی ، ان کو غالب کے طور پر دیکھا کرتی ہے، رعب دار ہستیوں کے طور پر ان پر نظر ڈالتی ہے۔ ان سے مرعوب ہوتی ہے اور ان کا خوف کھاتی ہے۔ پس یہ راہ خدا میں چلنے والے یہ اثر پیدا کرتے ہوئے چل رہے تھے، اس شان کے ساتھ گلیوں میں روانہ تھے کہ ان کے قد بھی دو دو فٹ بلند نظر آرہے تھے اور ان کا رعب اور ان کی ہیبت اس وقت بھی پھیل رہی تھی جب ان کو مارا جارہا تھا ان لوگوں کو دنیا میں کون شکست دے سکتا ہے۔ یہ اہل اللہ ہیں جن کے مقدر میں کسی حالت میں بھی شکست نہیں۔ جب تم ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہو اس وقت بھی خدا ان کو عزت دے رہا ہوتا ہے۔

پس آج میں نے سوچا کہ ان کا پھر ذکر کروں کیونکہ ان لوگوں کے ذکر سے ان قربانیوں کرنے والوں کے تذکرے سے جماعت روحانی لذت پاتی ہے، نئی تقویت پاتی ہے۔ کچھ دن اگر ان کا ذکر نہ چلے تو وہی فیض کے شعر والی بات ہو جاتی ہے۔

؎ چمن اداس ہے یارو صبا سے کچھ تو کہو
کہیں تو بہر خدا آج ذکر یار چلے
(نسخہ ہائے وفا)

کہ کچھ دن سے ذکر یار نہیں سنا ہم نے اور چمن ہمارا اداس ہو گیا ہے۔ اس لئے صبا سے کچھ تو کہو کہ خدا کے لئے کہیں تو ذکر چلے لیکن یہ جن کا ذکر میں کر رہا ہوں ان کا ذکر دنیا کے یاروں سے ایک مختلف ہے۔ آج جب اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ میری زبان پر یہ ذکر جاری ہوتا ہے تو لکھوکھہا احمدیوں کی زبانوں پر یہ ذکر جاری ہوتا ہے اور پھر وہاں تک بھی محدود نہیں رہتا کروڑوں تک منتقل ہو جاتا ہے۔ مشرق سے مغرب تک یہ ذکر چلتا ہے اور شمال سے جنوب تک یہ ذکر چلتا ہے اور دنیا کی طرح دنیا کے گرد گھومتا ہے۔ ہر قوم تک یہ ذکر پہنچتا ہے، ہر مذہب کے ماننے والوں تک یہ ذکر پہنچتا ہے پس ان کا ذکر تو اس ذکر یار سے کہیں مختلف ہے جس کا ذکر فیض اپنی زبان میں کر رہا ہے۔

ان کا وہ دکھ ہے جو میرے دل میں گزرتا ہے تو صرف میرے دل میں نہیں گزرتا لکھوکھہا احمدیوں کے دلوں کو وہ موم کر دیتا ہے اور دعاؤں کے لئے پگھلا دیتا ہے اس لئے ان کے ذکر کے

ساتھ دنیا کے ذکر کو نسبت ہی کوئی نہیں۔

لیکن جب میں نے یہ سوچا تو ساتھ ہی میرا دل استغفار کی طرف مائل ہوا میں نے کہا میرا ذکر کیا اور سب احمدیوں کا ذکر کیا۔ ساری دنیا کے انسانوں پر بھی اگر ان کا چرچا ہوتا اور ان کی زبانوں پر ان کا ذکر ہوتا تب بھی اس ذکر کے مقابل پر کوئی بھی حیثیت نہیں جو قرآن کریم میں ان کا ذکر موجود ہے۔ اللہ نے ذکر فرمایا ہے ان آیات میں جو میں نے آپ کو پڑھ کر سنائیں اور اور بھی بہت سی آیات میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ تصویریں کھینچی ہیں جو ہو بہو آج پوری ہو رہی ہیں۔ وہ تصور نہیں رہے، وہ نظریات نہیں رہے، عمل کی دنیا میں ڈھلنے والی چلتی پھرنے والی جیتی جاگتی تصویریں بن گئی ہیں ان کے متعلق وہ ذکر خداوندی جو قرآن کریم میں موجود ہے۔

پس وہی ان کا ذکر ہے اصل اگر فخر ہے اور شان ہے تو اس بات میں ہے کہ اللہ نے ان کا ذکر فرمایا اور اس وقت ذکر فرمایا جب ان کے وجود کے کوئی آثار بھی ظاہر نہیں ہوئے تھے اور یہ وہ ذکر ہے جو لوح محفوظ پر نقش ہے۔ کائنات کے وجود سے بھی پہلے یہ ذکر موجود تھا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اولین غلاموں کا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخرین غلاموں کا۔ وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں، اب جب وہ دیکھیں گے اپنی قربانیوں کو مڑ کر دیکھیں گے تو اہل انگلستان ہوں یا اہل پاکستان ہوں وہ اتنی حقیر نظر آئیں گی اس نعمت اور اس انعام کے مقابل پر کہ ان کے دل میں بجائے فخر کے خدا کے لئے مزید خشیت پیدا ہوگی، وہ خدا کے حضور مزید جھکیں گے۔ استغفار کی طرف دل مائل ہوں گے۔ ہم تو سمجھتے تھے ہم نے بڑے بڑے تیر مارے ہیں بڑی بڑی قربانیاں پیش کی ہیں اور ایسے کہ ہمارے نام روشن ہو گئے۔ نام تو روشن ہوئے مگر تمہاری قربانیوں کو ان روشنائیوں سے کوئی نسبت نہیں حقیقت یہ ہے کہ محض اللہ کا فضل ہے اور اس کا احسان ہے کہ اس نے اس زمانے کے لئے ہمیں اس ذکر کے لئے چنا ہے جو خدا نے اپنے پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا تھا اور ان کے غلاموں کا کیا تھا ان لوگوں میں ہمیں شامل کر دیا۔ پس ایک ہی جذبہ ہے جو دل سے اٹھتا ہے کہ بَخٍ بَخٍ ابوھریرہ (سنن ترمذی کتاب الزھد حدیث نمبر 2290)۔ کیا شان ہے تیری ابوھریرہ کہ تو بھی آج اس شان کا مالک ہو گیا ہے۔ اس نے تو کچھ اور کہا تھا میں یہ کہتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادنیٰ غلاموں میں تیرا شمار ہونے لگا ہے۔